نفسیاتِ افواہ

پروفیسر:- معتضد ولی الرحمٰن

شیخ غلام محمد اینڈ سنز تاجران کتب

پبلشر

انجمن ترقی اردو (ہند)
علی گڈھ

قیمت

ایک روپیہ بارہ آنہ

بیداری پریس مالیگاؤں (ناسک)

تمہید

اکتوبر سنہ ۳۸ کے رسالہ سائنس میں نفسیاتِ افواہ پر ایک مضمون شائع ہوا ہے - اس میں پروفیسر جوالا پرشاد نے پٹنہ کے مشہور زلزلے کے تعلق سے افواہ کی نفسیات پر بحث کی ہے — موجودہ مضمون پروفیسر برنارڈ ہارٹ کے مضمون کا ترجمہ ہے ، جس میں انہوں نے جنگِ عظیم کے تعلق سے اس موضوع پر بحث کی ہے — اس مضمون میں ایک اور خوبی یہ ہے کہ افواہ کے ضمن میں شہادت کی نفسیات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے ۔ اور اسکے بعد

مجموں کے نفسی خصائص کو واضح کیا ھے - اسطرح یہ مضمون پروفیسر جوالا پرشاد کے مضمون کی بہ نسبت زیادہ جامع ھے ، اور اسمیں معلومات بھی اس سے کہیں زیادہ ھیں ، گو یہ کہنا پڑتا ھے کہ نفس نفسیاتِ افواہ کی تحصیل میں پروفیسر پرشاد پروفیسر هارٹ پر فائق ھیں — اسکا اندازہ قارئین کو بطورِ خود ھوگا — بہر حال یہ مضمون بھی بہت دلچسپ ھے ۔

نفسیات افواہ

ویسے تو افواہ کا موضوع نفسیات کے ماہر کے لئے ہر
زمانے میں دلچسپ رہا ہے، لیکن آج کل (۱۹۱۶) اسکی
اہمیت اور دلچسپی میں بہت کچھ اضافہ ہوا ہے -
جنگ عظیم کے زمانے کی افواہوں سے اتنا تو ثابت ہو گیا ہے
کہ واقعات کے متعلق انسان کی شہادت قابلِ اعتبار نہیں
ہوتی - ان افواہوں کی اگر تحقیق کی جائے، تو بہت سی مفید
باتیں معلوم ہوسکتی ہیں ــ آئندہ اوراق میں ان نتیجوں کی
طرف اشارہ کیا جائیگا، جن تک نفسیات پچھلے زمانے
میں پہنچی ہے - اسکے موجودہ زمانے کے مسئلوں کیلئے ان
نتیجوں کی اہمیت کو واضح کیا جائیگا.

افواہ ایک مرکب واقعہ ہے - اس مین ایک فرد دوسرے
کو، دوسرا تیسرے کو، تیسرا چوتھے کو، وغیرہ، اس
واقعے کی اطلاع دیتا ہے، یہاں تک کہ یہ خبر عام ہو جاتی
ہے - عارضی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ شاهدون کے ایک
سلسلے سے پیدا ہوتی ہے جس میں ہر ایک شاہد اس بیان کی

شہادت دیتا ھے جسکو اس نے اس سلسلے میں اپنے پیش رو
سے حاصل کیا ھے (۱) اسکا مطلب یہ ھے کہ افواہ کاقابلِ اعتبار
ہونا، اس بیان کی صحت پر موقوف ھے، جو ایک شاھد سے
دوسرے تک، سلسلہ وار منتقل ھوتا ھے، اور آخرکار اس کا
دارومدار اس اطلاع کی صحت پر ہوتا ھے، جو اس سلسلے
کے سب سے پہلے رکن نے بہم پہنچائی تھی، کیوں کہ فرض
یہ کیا جاتا ھے کہ اس نے اس واقعے کو یا تو اپنی آنکھوں
سے دیکھا ھے، یا اسکی متعلق خود اپنی کانوں سے سنا ھے
کسی واقعے کے سب سے پہلی شاھد کے اس بیان کو قانون
کی اصطلاح میں "شہادت" کہتے ھیں — ظاھر ھے کہ افواہ
کے پیچیدہ مسئلے پر غور کرنے سے قبل شہادت کی
نفسیات کو واضح کرنا ضروری ھے۔

شہادت کی سب سے پہلی باقاعدہ تحقیق نفسیات کے
ماھروں، یا قانون سازوں، نے نہیں، بلکہ مؤرخوں نے
کی - لیکن جس طریقے سے مؤرخ شہادت کی قیمت کا
اندازہ کیا کرتے تھے، ان میں زمانہ حال کے محققوں نے

---

(۱) اس تعریف کی عارضی نوعیت پر زور دینا لازمی ھے - آگے چل کر ھمیں معلوم ہوگا کہ یہ نامکمل ھے، اور یہ کہ اسمیں ترمیم کی بہت گنجائش ھے۔ [مصنف]

بہت تبدیلی کردی ھے - پچھلے زمانے میں مصنف کی اخلاقی
حالت اس کے بیانات کی صحت کی ضامن سمجھی جاتی تھی
یعنی اگر وہ نیک اور دیانت دار مشہور تھا، تو اس کے تمام
بیانات صحیح مان لئے جاتے تھے - اسطرح شہادت کی صحت
کا اندازہ کرنے کیلئے وہ تحقیق کرتے تھے کہ ان کا شاھد
دیانت دار ھے یا بد دیانت . اور یہ کہ وہ سچ بول رہا ھے،
یا کسی خاص غرض کو حاصل کرنے کیلئے وہ اپنے پڑھنے
والوں کو جان بوجھ کر گم راہ کرنے کی کوشش کر رہا ھے،
اگر اس تحقیق کا فیصلہ شاھد کے حق میں ھوتا تھا تو
اسکی تمام شہادت قبول کرلی جاتی تھی -- لیکن اب آج کل
ھر بیان کی صحت کا الگ الگ اندازہ کیا جاتا ھے - اب
بھی شاھد کی اخلاقی حالت کو اھم مانا جاتا ھے، لیکن اس کے
ساتھ ھی ھر اس امکانی حالت کو بھی ملحوظ رکھا جاتا ھے،
جس کا زیرِ غور بیان پر اثر پڑ سکتا ھے -- چناں چہ دیکھا
جاتا ھے کہ شاھد کو یہ علم کہاں سے حاصل ھوا،
شاھد اس واقعے کے واقع ھونے کے کتنے عرصے بعد اس کو
بیان کر رہا ھے، اس کے عقیدے اور خیالات کیا ھیں،

وہ کس پیشے ، مذہب ، اور سیاسی جماعت سے تعلق رکھتا ہے ، وقس علی ھذا یہ لوگ صرف یہی تحقیق نہیں کرتے کہ شاھد جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بول رھا ، بلکہ اس کے علاوہ وہ اس کا بھی لحاظ رکھتے ھیں کہ مذکورہ بالا عوامل کے زیر اثر وہ کہاں تک نادانستہ طور پر واقعات کو بدل رھا ہے — شہادت کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کا فیصلہ کرنے کیلئے مؤرخوں کو جن اصول اور قواعد کی پابندی کرنی پڑتی ہے ، ان کو منضبط کرنے کی آج کل کوشش کی جارھی ہے — چناںچہ اس کے متعلق بہت سی کتابیں موجود ھیں ، جن میں سے ارنسٹ برن ھائم کی تصنیفات خاص طور پر ذکر کے قابل ھیں .

نفسیات کے پیشہ ور ماھرین میں سے بنے (۱) سب سے پہلا شخص ہے ، جس نے شہادت کی نفسیات کی طرف قدم بڑھایا . اس نے اپنی تصنیف La Suggestibilite (۱۹۰۰) میں « شہادت کے عملی علم کو پیدا کرنے کے فائدے » کی طرف توجہ دلائی . برسلا کے سٹرن (۲) نے

---

(۱) Binet (۲) Stern

اس تجویز کا گرم جوشی سے خیر مقدم کیا. چناںچہ اس نے اختباری نفسیات (۱) کے ایک سکول کی بنیاد ڈالی، جس میں اس نے شہادت کی نفسیات کی تحقیق شروع کی. یہ تحقیق زیادہ‌تر اختباری تھی، اور اسمیں بہت محنت صرف کی گئی. یہاں اس تحقیق کے نتیجوں کو کما حقہ بیان نہیں کیا جاسکتا، تاہم اس کے عام طریقوں کا بیان، اور بڑے بڑے نتیجوں کے خلاصے کا ذکر، یقیناً دلچسپ ہوگا.

ان محققوں کا طریقہ یہ تھا کہ ایک پہلی سے مقرر شدہ تجربے کو بہت سے افراد کے سامنے پیش کیا جاتا تھا اسکے بعد یہ فرد اس تجربے کو بیان کرتے تھے ان بیانات کا مقابلہ اصلی تجربے سے کر کے نتیجوں کی قیمت کا اندازہ ہوتا تھا۔ مثلاً بہت سے افراد کو ایک خاص وقت (مثالاً پانچ منٹ) تک ایک تصویر دکھائی جاتی تھی۔ اس کے کچھ مدّت بعد ہر فرد سے اس تصویر کی نوعیّت اور تفصیل کے متعلق شہادت لی جاتی تھی۔ تصویر کو دیکھنے اور اس کو بیان کرنے کا درمیانی وقفہ

Experimental Psychology (۱)

صفر سے لے کر کئی ہفتوں تک ہوتا تھا، یہ بیان دو مختلف طریقوں سے لیا جاتا تھا، ایک طریقہ تو بیانی تھا اور دوسرا استفہامی۔ پہلے طریقے میں تو اس فرد سے کہا جاتا تھا کہ جو کچھ اس نے اس تصویر میں دیکھا ہے، اس کو امکانی تفصیل سے لکھ دے۔ دوسرے طریقے میں اس سے چند سوالات پوچھے جاتے تھے۔ یہ سوالات اس تصویر کی تمام تفصیلات پر حاوی ہوتے۔ مثلاً اس سے دریافت کیا جاتا تھا کہ «کیا تصویر میں کوئی جانور تھے»؟ «ان کا رنگ کیا تھا»؟ یہ سوالات بہت ہوشیاری کے ساتھ تیار کئے جاتے تھے۔ یہ دو طرح کے ہوتے تھے۔ بعض میں تو جواب کی طرف اشارہ نہ ہوتا تھا، مثلاً یہ کہ «تصویر کی لمبائی چوڑائی کیا تھی؟» اور بعض میں جواب کی طرف اشارہ ہوتا تھا۔ مثلاً یہ کہ «کیا مرد خاکی کوٹ پہنے ہوئے تھا؟» استفہامی طریقہ بالکل وہی ہے، جس کو قانونی عدالتوں میں «جرح» کہتے ہیں، ان دونوں طریقوں سے جو تفصیلات اس خاص واقعے کے متعلق حاصل ہوتی تھیں ان کو، ان کے

معتبر ہونے کے متعلق شاہد کے یقین کے مطابق، مختلف
درجوں میں تقسیم کیا جاتا تھا. اس یقین کے مختلف درجے
یہ ہوتے ہیں: کلی عدم یقین، شبہ، یقین، اور
عین الیقین. آخر الذکر سے ہماری مراد یہ ہے کہ شاہد
اس کی صحت پر قسم کھانے کے لئے تیار ہوتا ہے.

ان اختباری طریقوں سے جو تحقیق شہادت کی ہوئی،
اس کا سب سے اہم عام نتیجہ یہ ہوا کہ شہادت کے متعلق
دو عام عقیدوں کا قلع قمع ہو گیا. یعنی یہ کہ (۱) جو
شہادت مکمل علم کے بعد، اور دیانت داری کے ساتھ دی
جاتی ہے، وہ بالکل صحیح ہوتی ہے، اور (۲) جو شہادت
جھوٹی ثابت ہوتی ہے، اسمیں جان بوجھ کر جھوٹ بولا
جاتا ہے، یا کم از کم اس میں بے پرواہی برتی جاتی ہے.

اختبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ بالکل صحیح اطلاعات
استثنا آت ہوتی ہیں، نہ کہ اصول، خواہ یہ اطلاعات
موزوں ترین حالات میں لائق ترین مشاہدہ کرنے والوں نے
ہی بہم پہنچائی ہوں، پھر بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اگر
ہم ان اطلاعات کی صرف ان تفصیلات کو پیش نظر رکھیں،

جن کی صحت کے متعلق شاھد کو پورا یقین ھے، تب بھی ھمارا یہ قول صحیح رھتا ھے، بورست نے اپنی تحقیق میں صرف دو فی صد ایسی اطلاعات پائیں، جن میں کوئی غلطی نہ تھی. استفھامی طریقے سے حاصل کی ھوئی شھادت میں اوسط پچاس فی صد تھی. اگر جواب کی طرف اشارہ کرنے والے سوالات اختیار نہیں کئے جاتے، تو کسی واقعے کی جن تفصیلات پر شاھد کو پورا یقین ھوتا ھے، ان میں صرف ۷۵ فی صد واقعتہً صحیح ھوتی ھیں. اس کے علاوہ اگر کوئی شاھد اپنے بیانات کی صحت پر قسم کھانے کے لئے تیار ھے، تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ بیانات لازماً صحیح ھی ھیں، گو اتنا ضرور ھے کہ ایسی شھادتوں میں غلطی کا امکان دس فی صد تک ھو جا سکتا ھے.

ان تحقیقات کے نتیجوں کے تفصیلی معاینے سے بہت سی دل چسپ باتیں معلوم ھوتی ھیں، ان میں سے چند یہاں بیان کی جاتی ھیں یعنی یہ کہ واقعے کے مشاھدے اور اس کے متعلق شھادت دینے کے درمیانی وقت کے بڑھا دینے سے اس واقعے کی تفصیلات بھی ذھن سے محو ھو

جاتی ھیں، اور ان کی صحت بھی مشتبہ ھو جاتی ھے،
لیکن ان کی صحت کے متعلق شاھد کے یقین میں کوئی کمی
نہیں آتی. یہ ویسا کا ویسا ھی رھتا ھے. اس سے نتیجہ
نکالا جا سکتا ھے کہ شہادت پر شاھد کا یقین اور اس کی
صحت پر شاھد کی قسم کھانے کی تیاری خود شاھد کی
افتاد طبیعت پر موقوف ھوتے ھیں، نہ کہ یاد کی تازگی پر.
ان اختبارات سے دوسری دلچسپ بات یہ معلوم ھوتی ھے
کہ اگر بیانی طریقے کی بجائے استفہامی طریقہ اختیار کیا
جاتا ھے، تو تفصیلات میں زیادتی، لیکن صحت میں کمی
پیدا ھو جاتی ھے. یعنی شاھد اس واقعے کے متعلق بہت
سی باتیں بیان کرتا ھے، لیکن ان تمام باتوں میں سے صحیح
بہت کم ھوتی ھیں. ظاھر ھے کہ یہ اس بات کا نتیجہ
ھوتا ھے کہ ان سوالات میں جواب کی طرف اشارہ ھوتا
ھے. یہ اثر جوانوں میں بھی پایا جاتا ھے، اور بچوں
میں تو یہ بہت شدید ھوتا ھے. اسی وجہ سے بچوں کی
شہادت پر یقین کرنے مین بہت احتیاط کی ضرورت ھے.
ان کو بہت کم تفصیلات یاد رھتی ھیں، ان میں صحت بھی

بہت کم ہوتی ہے. اور ان کو خود اپنی شہادت پر یقین نسبتہً بہت زیادہ ہوتا ہے.

ان تمام باتوں سے یہ واضح ہو گیا ہوگا کہ یہ اختباری نتیجے بہت زیادہ عملی قیمت رکھتے ہیں، اور یہ کہ ان سے بعض ایسی بنیادی باتیں قطعی طور پر ثابت ہوتی ہیں، جو شہادت کی نفسیات کے لئے اساسی اہمیت رکھتی ہیں. لیکن سٹرن اور اس کے ہم کار اس سے آگے نہ بڑھے. ان کی تحقیق سے ہمیں ان قوتوں کا علم نہیں ہوتا، جو ان کے بیان کردہ واقعات کی ذمہ دار ہیں. ان کی تصانیف میں ہمیں کوئی ایسی بات نہیں ملتی، جس سے ہماری سمجھ میں آسکے کہ ایسا لازماً کیوں ہوتا ہے.

محققین کی ایک تیسری جماعت نے ان باتوں کو واضح کیا ہے. یہ جماعت ایک مختلف زاویۂ نگاہ سے، اور ایک عملی غایت کو پیش نظر رکھ کر اس مسئلے پر غور کرتی ہے. یہ جماعت قانون سازوں کی ہے. ظاہر ہے کہ شہادت کی نفسیات قانونی شخص کے لئے بہت دلچسپ ہونی چاہئے. گزشتہ دو صدیوں میں قانون سازوں نے ثابت کیا

ہے کہ وہ ان اصول سے واقف تھے، جن کو آخر کار سٹرن اور برسلا کے سکول نے منضبط کیا. جیریمی بنتھم نے اس مسئلے کی خوب چھان بین کی ہے، اور بعد کے قانونی مصنفوں نے جرح کے سوالات کی مفروضہ دروغ حلفیوں، اور ان کے خطرات پر بہت بحث کی ہے. لیکن شہادت کی نفسیات پر قانونی نقطۂ نظر سے سب سے زیادہ جامع اور تفصیلی تصنیف مشہور ماہر جرائم، ہانس گروس[1] کی ہے.

گروس نے واضح کیا ہے کہ شہادت کی نفسیات میں حافظے کے عمل اور اس عمل کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کے سوال کے علاوہ ادراک اور ادراک کئے گئے واقعے کو محفوظ رکھنے کے اعمال بھی شامل ہیں. موخر الذکر اعمال اس حادثے کے وقت واقع ہوتے ہیں، جس کی اطلاع دی جارہی ہے. اس کا خیال ہے کہ مقدم الذکر دو اعمال کی بہ نسبت موخر الذکر دو اعمال پر زیادہ زور دیا جانا چاہئے. اس نے مشاہدہ کرنے والے کے افتاد مزاج کو بہت اہمیت

[1] HANS GROOS

دی ھے۔ اس نے ثابت کیا ھے کہ مختلف مشاہدہ کرنے والے ایک ھی واقعے کا مختلف صورتوں میں ادراک کرتے ھیں (۱) ایک شخص جو کچھ دیکھتا ھے، اس کا انحصار صرف اسی چیز پر نہیں ھوتا، جو اس وقت اس کے سامنے ھے۔ اس کا انحصار ادراکی اضافہ جات پر بھی ھوتا ھے، جو اس کے گذشتہ علم اور دلچسپیوں کا نتیجہ ھوتے ھیں۔ بڑھئی کو میز کی لکڑی دکھائی دیتی ھے، اور پڑھنے لکھنے والے شخص کو پڑھنے لکھنے کیلئے اس کی موزونیت یعنی ھر شخص ھر چیز کو اپنے گذشتہ تجربات کی روشنی میں دیکھتا ھے۔ وہ ان اجزا پر زیادہ زور دیتا ھے، جو اس کیلئے دلچسپ ھیں، اور باقیوں کو وہ نظر انداز کرجاتا ھے۔ اسی سے یہ

---

[۱] گروس نے واضح کیا ھے کہ ایک خاص وقت مین جو واقعہ ظہور پذیر ھوتا ھے اس کو ھم اس طرح دیکھتے ھین کہ مختلف لمحون کے واقعات کو ملا کر ایک مرکب تصویر بنالیتی ھین۔ مختلف مشاھدہ کرنے والے اس مرکب کو مختلف طریقوں سے بناتے ھین۔ چناں چہ اگر کوئی واقعہ خارجی حیثیت سے ا ب ج د ..... پر مشتمل ھے تو ھوسکتا ھے کہ ایک مشاھدہ کرنے والا ا ب ج، د ر س، ش ص ط،.... کا مشاھدہ کرے، دوسرا ا ب ج د، ا س ش، ص ط ظ .... کا، اور تیسرے کو بعض چیزین دکھائی نہ دین، اور وہ ا ج د، ر ش ص.... کا مشاھدہ کرے۔ یہ خیال زمانۂ حال کے ماھرین نفسیات کی "عقلی صورت" کا مقابل ھے۔ [مصنف]

معمہ حل ہوتا ھے کہ جو شخص ایک چیز کے متعلق کچھ
نہیں جانتا، وہ اس چیز کے ماہر کے مقابلے میں اس کے
متعلق بہتر شہادت دے سکتا ھے.

ایک اور قانون داں شخص ھائل برگ (۱) نے بعض اور
قیمتی باتیں بیان کی ھیں. اس نے اس بات کی طرف توجہ
دلائی ھے کہ کسی واقعے کے مشاھدے، اور اس کے متعلق شہادت
کے درمیانی وقت میں جو اور حادثات ہوئے ھیں، انکا اثر
بہت اھمیت رکھتا ھے. اس نے واضح کیا ھے کہ اگر کوئی
واقعہ بار بار یاد کیا جاتا ھے، اور اس پر اکثر بحث کی جاتی
ھے. تو اس کی صحت کم از کم اتنی ھی کم ھوجاتی ھے،
جتنی کہ اس کی اس وقت ھوتی، اگر اس کو کچھ دنوں کے
لئے بھلا دیا جاتا. صحت کی یہ کمی من جملہ اور باتوں کے
اس بات کا نتیجہ ھوتی ھے کہ اسطرح یاد کرتے رھنے سے
شاھد بہت سی باتیں تو خود اپنی طرف سے جوڑ لیتا ھے
اور بہت سی باتیں باھر سے اس میں مل جاتی ھیں. اکثر
دیکھا گیا ھے کہ فوجداری کے طول کھینچنے والے مقدموں

[۱] HEILBERG

کے آخری درجوں پر بہت سی جھوٹی شہادتیں پیش کی جاتی ہیں. ہائل برگ نے اس کی توجیہ اپنے اسی اصول سے کی ہے. اس کے علاوہ ہائل برگ نے ہمیں بتایا ہے کہ شہادت کے فاسد ہو جانے کے نفسیاتی قوانین کی تلاش ہم کو کہاں کرنی چاہئے. اس کا خیال ہے کہ کمرۂ عدالت کی شان و شوکت، عدالتی کار روائی کی متانت، شاہد کا یہ احساس کہ اس وقت وہ بہت اہم ہے، اور یہ کہ اس کا ایک لفظ کسی شخص کی تقدیر کا حامل ہے، اور اس کے اس احساس سے پیدا ہونے والی نمائی. یہ تمام اسباب شہادت کو بگاڑنے کے لئے کافی ہیں.

سٹرن نے اپنی بیوی کے ساتھ مل کر « بچے کی اوائل عمر میں حافظہ اور شہادت کے » عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے: اس میں انھوں نے اصل میں تو خود اپنے بچے کے ذہنی ارتقا کو واضح کیا ہے. لیکن اسی ضمن میں انھوں نے بہت سی دلچسپ باتیں بیان کی ہیں. جن باتوں کا یہاں ہم خاص طور پر ذکر کرنا چاہتے ہیں، وہ اس باب میں پائی جاتی ہیں، جس کا عنوان « بچوں میں جھوٹی شہادت » ہے.

اس باب میں انہوں نے اس خیال پر بحث کی ھے کہ جھوٹ اور حافظے کے فساد کے بین بین ایک اور چیز ہوتی ھے، جس کو انہوں نے «نقلی جھوٹ [۱]» کہا ھے۔ ان «نقلی جھوٹوں» کی عام ترین صورت یہ ھے کہ بچہ ایک من گھڑت قصہ اس طرح سناتا ھے گویا یہ واقعہ ھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک بچے نے چڑیا خانے کی سیر کے بعد آ کر بیان کیا کہ اس نے ریچھ کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ جب اس کے اس قول کی صحت پر شبہ کیا گیا تو اس نے چیخنا چلانا شروع کردیا۔ اس چیز کو ہم فنطاسیا [۲] کہتے ھیں۔ جوان آدمیوں کے خوابہاے بیداری [۳] مین اس کی بہت سی مثالیں ملتی ھیں۔

بچہ فنطاسیا اور حقیقت میں فرق نہیں کرتا۔ وہ اپنی گذشتہ زندگی کے خیالی واقعات کو اسی طرح مزے لے لے کر بیان

---

(۱) PSEUDO-LIES (۲) یہ PHANTASY کے لئیے ابن سینا کی اصطلاح ھے۔ انگریزی مین اس لفظ کے معنی تقریباً وھم کے ھیں۔ لیکن ایک طرف تو وھم کا لفظ دوسرے موقعون پر استعمال ھوتا ھے، اور دوسری طرف اس سے انگریزی لفظ کا پورا مفہوم بھی ادا نہین ھوتا۔ اسی لئے ابن سینا کی اصطلاح اختیار کی گئی [مترجم]

[۳] DAY-DREAMS

کرتا ھے، جسطرح وہ زمانۂ حال کے خیالی واقعات بیان کرتا ھے. «بچہ جس طرح حقیقت اور وھم میں فرق نہیں کرتا، اسی طرح وہ سچ اور جھوٹ میں تمیز نہیں کرتا». کرامر(۱) نے مجنونوں کی بھی اسی ناقابلیت کی بہت سی مثالیں بیان کی ھیں.

جہاں تک میں معلوم کر سکا ھوں، سٹرن نے بچے کی ان خصوصیات کا، جوانوں کی شہادت کی نفسیات پر، اطلاق کرنے کی کوشش نہیں کی. اس کو یہ خیال بھی نہ آیا کہ جوانوں میں بھی بالکل وھی عوامل کام کرتے ھین، جو بچوں میں کیا کرتے ھیں، اگرچہ ان مین انکا عمل اتنا نمایاں نہیں ھوتا، جتنا کہ بچوں مین ھوا کرتا ھے.

شہادت کی نفسیات میں فنطاسیا کی کار فرمائی پر ارنسٹ برن ھائم نے بھی بحث کی ھے. اس کے علاوہ اس مصنف نے یہ بھی دکھایا ھے کہ مندرجہ بالا عوامل اور متھیا[۱] اور بہادروں کے فرضی قصوں کو پیدا کرنے والے عوامل میں بہت قریب کا تعلق ھے. اس مسئلے کی طرف ھم بعد میں

---

[۱] CRAMER   [۲] MYTH

رجوع کرین گے. برن هائم نے یه خیال بهی ظاهر کیا هے
که شاهد کی کوشش یه هوتی هے که هر فعل کا تشفی بخش
محرک بیان کرے، اور قصه کوتاه کرے. ان کا بهی شهادت
پر اثر پڑتا هے. جب هم شهادت کے مسئلے کو چهوڑ کر
افواه کے مسئلے کی طرف توجه کرتے هیں، تو برن هائم کا
یه خیال اور زیاده اهم هوجاتا هے.

اوپر هم نے شهادت کے متعلق بهت سی باتیں بیان کی
هین، جن کو مختلف محققین نے بیان کیا هے. اب اگر
هم ان سب کی پرتال کرنے، اور ان کو یک جا جمع
کرنے کی کوشش کرتے هیں، تو همیں معلوم هوتا هے
که اس کوشش میں جدید نفسیات کی بعض اصطلاحات،
اور خصوصیت کے ساتھ مولف کی[1] اصطلاح، کو
استعمال کرنے سے همارا یه کام بهت آسان هو جاتا هے.
اسی ضمن میں هم ان آلات کو بهی معلوم کر لیتے هین،
جن سے وه مظاهر پیدا هوتی هین، جن کا وجود محققین
نی ثابت کیا هے.

---

[1] COMPLEx

مولف کی تعریف اس طرح کی جا سکتی ھے کہ یہ باھم تعلق رکھنے والے خیالات کا ایک ایسا نظام ھے، جس کے ساتھ ایک تاثری کیفیت ھوتی ھے، اور جو شعور میں ایک خاص سمت رکھنے والے سلسلۂ خیالات کو پیدا کرتا ھے [۱]. ایک بڑھئی اور ایک فلسفی ایک ھی میز کو دیکھتے ھیں، بڑھئی تو سوچنا شروع کرتا ھے کہ اس کی لکڑی کیسی ھے، اس کی بناوٹ کیسی ھے، وغیرہ. فلسفی سوچتا ھے کہ یہ عالم خارجی میں موجود ھے، یا صرف عالم ذھنی میں وغیرہ. یعنی ایک ھی چیز دو مختلف افراد کے ذھن میں دو مختلف نظامات خیالات پیدا کرتی ھے.

[۱] مولف کی مندرجہ بالا تعریف بہت وسیع ھے آج کل اس کو اس قدر وسیع معنوں مین استعمال نہین کیا جاتا. اب اس کو خیالات کے ان نظامات کے لئے استعمال کیا جاتا ھے، جو دبا لئے جاتے ھین. اس لحاظ سے اب یہ اصطلاح غیر معمولی اور فاسد مظاھر کی طرف اشارہ کرتی ھے. جو نظامات کہ اس طرح دبائے نہین جاتے، ان کے لئے عاطفہ [SENTIMENT، ان معنوں مین، جن میں آج کل کی نفسیات مین یہ اصطلاح استعمال ھوتی ھے] کی اصطلاح کافی ھے لیکن ھم اس لفظ کو اس نظام خیالات کے لیئے ھی استعمال کرین گے، جس میں مندرجۂ بالا خصوصیات پائی جاتی ھین، خواہ یہ نظام دبا گیا ھو، یا نہ دبا گیا ھو. اس کے علاوہ اے. جی ٹینسلے [A.G.TANS--LEY] نے ایک مضمون مین بتایا ھے کہ یونگ جو اس اصطلاح کا موجد ھے. اس کو ان ھی وسیع معنون مین استعمال کرتا ھے. [مصنف]

اس کی توجیہ اس طرح کی جائیگی کہ پہلے میں نظام
خیالات کا رخ بخاری مولف کا نتیجہ ہے، اور دوسرے میں
فلسفی مولف کا. اس کے علاوہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ
مولف اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ اس فرد کو مطلق
خبر نہیں ہوتی کہ اس کا فکریہ خاص رخ اختیار کر رہا
ہے. بلکہ ہوسکتا ہے کہ وہ فرد یہ سمجھے کہ جن
نتیجوں پر وہ پہنچا ہے، اس کے وجوہ کچھ اور ہی ہیں.
چناں چہ ہوسکتا ہے کہ بڑھئی اور فلسفی، دونوں، یہی
سمجھیں کہ ان کے خیالات اس خاص چیز پر غور کرنے
کے منطقی نتیجے ہین یہ گویا خود فریبی کا عمل ہے، جس
کی وجہ سے ایک غلط عقیدہ بہ ظاہر صحیح معلوم ہوتا ہے.
اس خود فریبی کو اصطلاح میں «تصویب [۱]» کہتے ہیں.
مولف کا یہ تخیل عام نفسیات اور نفسیات فاسدہ مین
بہت بار آور ثابت ہوا ہے؛ اور جو نفسی اعمال کے
شہادت مین داخل ہوتے ہین، ان کی تحقیق میں ہم کو
اس سے بہت مدد ملتی ہے. ان ذہنی اعمال کو ذیل کے

---

[۱] RATIONALIZATION

تین درجوں میں تقسیم کرنے سے بحث میں سہولت پیدا
ہوگی: (۱) ادراک، (۲) حفظ، اور (۳) احیا۔ اب ہم
دیکھیں کے کہ مؤلفات کے عمل سے ان میں سے ہر ایک
میں کیا کیا تغیرات اور اثرات پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) ادراک — نفسیات میں ابجد خواں بھی جانتا ہے
کہ ہر ادراک میں ایک داخلی عنصر بھی شامل ہوتا ہے۔
جب ہم نارنگی کو دیکھتے ہیں، تو ہم کو اس کی صرف
رنگت ہی کا احساس نہیں ہوتا، حالانکہ صرف یہی وہ
چیز ہے، جو اس وقت ہماری آنکھوں کے سامنے فی الواقع
موجود ہے۔ ہم کو اس کی مٹھاس اور ٹھنڈک کا بھی
احساس ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ احساسات ہمارے
گذشتہ تجربے سے آتے ہیں۔ ادراک میں اس داخلی عنصر
کے علاوہ ایک اور بھی داخلی عنصر ہوا کرتا ہے۔ جسکی
وجہ سے ادراک احساسات کا بے جان مجموعہ نہیں رہ
جاتا، بلکہ انتخابی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جو چیزیں کہ
ہمارے حواس کے سامنے ہوتی ہیں۔ ان میں سے ہم ان چیزوں
کا انتخاب کر لیتے ہیں، جو کسی وجہ سے ہمارے لئے

دلچسپ ھیں. لھذا ھم صرف ان چیزوں کا ادراک کرتے
ھیں، جو دلچسپ ھوتی ھیں. حجامت بنانے کیلئے ھم
آئینے کے سامنے کھڑے ھوتے ھیں، تو ھم کو سوائے
رخساروں کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا، اور بال سنوارنے
کے لئے کھڑے ھوتے ھیں، تو سر کے بالوں کے سوا
باقی تمام چہرہ غائب ھوجاتا ھے. اس کے علاوہ مولفات
کا اثر ایک اور ھوتا ھے، جس کی وجہ سے ادراک نہ
صرف انتخابی ھو جاتا ھے، بلکہ اس کی شکل بھی بگڑ
جاتی ھے. اس طرح ھمارا ادراک موجودہ اشیاء کی مطابق
نہیں رھتا، ھم صرف اس چیز کا ادراک کرتے ھیں. جس
کا ھم کو انتظار ھوتا ھے. ھمارے کمرے میں ایک شخص
داخل ھوتا ھے، تو ھم اس کو اپنا وہ دوست سمجھتے ھیں.
جس کی ھم منتظر ھیں. شکاری کے سامنے سے بلی بھاگتی
ھے، تو وہ اس کو شیر سمجھتا ھے. جنگ کے زمانے
میں روسیوں کے متعلق افواھوں کی اسی بنا پر توجیہ
ھوسکتی ھے [۱]. خود مجھ سے ایک سپاھی نے کہا کہ اس

---

[۱] سنۂ ۱۹۱۴ کے اواخر میں ایک عام افواہ تھی کہ برطانیہ کے شمالی حصے میں روسی فوج اتری ھے، جو نہایت تیزی کے ساتھ انگلستان سے گذر رھی ھے، تاکہ مغربی محاذ پر دشمنوں کا مقابلہ کرے. بعد میں معلوم ھوا کہ یہ خبر بے بنیاد تھی.

نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ھے کہ روسی سپاھیوں سے لدی ھوئی ریلیں اس مقام پر گذری ھیں، جہاں وہ تعینات تھا. چنانچہ اس نے ان سپاھیوں کے حلئے اور ان کی عجیب وردیوں کا حال تک مجھ سے بیان کیا. مولفات کے اثرات جذباتی قوت کے تناسب سے ھوتے ھیں. یہی وجہ ھے کہ شدید جذبات طاری ھونے کے وقت ادراکات کے بگڑ جانے کا بہت اندیشہ ھوتا ھے. لھذا کسی حملے یا لڑائی کے متعلق عینی شہادت کو جانچنے کے وقت ھم کو اس خطرے کا خیال رکھنا چاھئے.

(۲) حفظ : اس میں بعض اور قوتیں ھوتی ھیں، جن کی وجہ سے ادراکات بگڑ جاتے ھیں. بعض اوقات تو ھم دیکھے اور سنے ھوئے واقعات کے بعض حصے بھول جاتے ھیں، جس کی وجہ سے ان واقعات کی صورت اور نوعیت ھی بدل جاتی ھے. بعض اوقات ایسا بھی ھوتا ھے کہ اس حادثے کے مختلف حصوں میں تقدیم و تاخیر کا فرق پڑ جاتا ھے، آیا یہ بھی ممکن ھے کہ خود ان حصوں کی شکل بدل جائے، یہ ایک عام تجربہ ھے کہ ھم اپنی خوش

حالی کے دنوں میں اپنی برے دن بھول جاتے ہیں. ظاہر
ہے کہ یہ سب مولفات ہی کے زیر اثر ہوا کرتا ہے.

(۳) احیا: اس میں پھر اور عوامل ہوتے ہیں. جو
ادراک میں فساد پیدا کرتے ہیں. ان میں سے بعض تو
سوال کرنے والے کی شخصیت اور سوال کی نوعیت کا
نتیجہ ہوتے ہیں. رعب دار شخص کے سامنے جا کر ہم سٹی پٹی
بھول جاتے ہیں. جن حالات میں کہ شاہد شہادت دیتا ہے،
ان کا بھی شہادت پر بہت اثر پڑتا ہے. ماہرین قانون نے
ان اثرات کی خوب تحقیق کی ہے. جج کا ضرورت سے
زیادہ متین چہرہ، چپراسیوں کی زرق برق وردیاں، کمرۂ
عدالت کا ساز و سامان، شاہد کو خود اپنی اہمیت کا
احساس، وغیرہ، سے بھی شہادت میں فرق پڑ جاتا ہے.
ان حالات میں جو مولفات کام کرتے ہیں. وہ اثبات
ذات کے مجموعے سے تعلق رکھتی ہیں. اسی سے شاہد
میں موثر شہادت دینی، قصہ کوتاہ کرنے، چھوٹی اور
بھولی ہوئی باتوں کو «ایجاد» کرنے، وغیرہ کا میلان
پیدا ہوتا ہے.

ان موخر الذکر عوامل کے قریب قریب وہ عامل ھے، جسے فنطاسیا کہتے ھیں. اس کا اثر حفظ اور احیا، دونوں پر پڑتا ھے. بعض اوقات مولفات حقیقی دنیا پر اثر کر کے اپنی غایات کو حاصل کرنے کی بجائے ذھن میں خیالات و تمثالات کے ایسے سلسلے قائم کر کے جزئی تشفی حاصل کرتے ھین، جن میں ان مولفات کی غایات آسانی کے ساتھ متحقق ہوتی ھیں. ایسی ھی صورتوں میں فنطاسیا کی پیدائش ھوتی ھے. اردو میں شیخ چلی کے قصے اس کی بہترین مثالیں ھیں. بچے پر سٹرن کے جس مضمون کا اس سے قبل حوالہ دیا جا چکا ھے، اسمیں سٹرن نے بچوں کی بگڑی ھوئی شہادت مین فنطاسیا کی اھمیت کو پوری طرح تسلیم کیا ھے. لیکن اس میں شبہ نہ ھونا چاھئے کہ یہ عنصر جوانوں میں بھی اساسی اھمیت رکھتا ھے گو ان میں اس کا کام اتنا صریحی اور غیر محدود نہیں ھوتا، جتنا کہ بچوں میں ھوتا ھے. آگڈن نے بتایا ھے کہ فنطاسیا اور حافظے میں صرف مشمول کی معین خصوصیت ھی کا فرق نہیں ھوتا. کیونکہ بذات خود ان میں تمیز

نہیں کی جا سکتی ۔ اصلی عملی فرق پیش نہاد مسئلے پر مبنی
ہوتا ہے ۔ یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مولفات ذہن کو
خاص سمتوں میں ڈالنے میں بہت اہمیت رکھتے ہیں ۔ لہذا
اب یہ بہ آسانی سمجھ میں آسکتا ہے کہ ان مولفات کی
وجہ سے گذشتہ واقعات کی یاد مین خیالی اور وہمی عناصر
اس طرح داخل ہو جا سکتے ہیں کہ وہ فرد اس تحریف کو
معلوم تک نہین کر سکتا ۔ قانونی کار روائیوں مین جھوٹے
اعترافات اور سنسنی پیدا کرنے والے مقدمات جھوٹی شہادتیں
اس کی مثالیں ہیں ۔ اوائل عمر کے تجربات کی یاد میں بھی
حقیقی واقعات ، اور ایسی تحریفات بہت زیادہ ہوتی ہیں ۔ یہ
بھی اسی کا نتیجہ ہے ۔
شہادت کو مسخ کرنے میں مولفات کی کار فرمائی کو
بہتر طریقے سے سمجھنے کے لئے مریضوں کی مثالوں پر
بھی غور کرنا مفید ہوگا ۔ ظاہر ہے کہ ان مثالوں میں یہ
فسادات زیادہ صریحی اور شدید ہوں گے ۔ لیکن اسی شدت
سے ان کی اصلی نوعیت روشن ہو گی ۔ اسی سے ہم کو یہ
بھی معلوم ہو گا کہ صحیح اور تندرست افراد میں بھی یہی

تمام عوامل ، گو کم شدید صورت میں ، موجود ہوتے ھیں .

یہاں پر پھر ہم شہادت کے نفسیاتی اعمال کو ادراک ، حفظ ، اور احیا مین تقسیم کر کے ان میں سے ہر ایک کی مرضیاتی صورت کا معاینہ کرین گے .

اوھام ، التباسات اور بعض مغالطات ، مریضوں کے فسادات ادراک کی مثالین ھیں . اب آجکل ان کو عام طور پر ایک داخلی عامل سے پیدا ہونے والے فساد ادراک کی مثالیں مانا جاتا ھے ، اور کم از کم بعض مثالوں میں یہ داخلی عامل مولفات کا نتیجہ ہوتا ھے . جن کی وجہ سے بعض ذہنی اعمال شعور کی بڑی رو سے علیحدہ ہوکر قائم بالذات صورت اختیار کر لیتے ھیں .

حفظ اور احیا کی مرضیاتی شکلوں میں تمیز کرنا ذرا مشکل ھے . لہذا ان پر ایک ساتھ بحث کی جائیگی . عام نسیان کے واقعات اس کی عام ترین صورتیں ھیں . ذہنی امراض کی اکثر صورتوں میں اس کی مثالیں بہ کثرت پائی جاتی ھیں . مغالطات کے نظام کی وجہ سے پیدا ہونے والی یاد داشت کی تبدیلیاں ، اور مخمور یا مفلوج شخص

کے من گھڑت افسانے اس کی مثالیں ہیں. لیکن ہمارے
موجودہ مقصد کے لئے سب سے زیادہ دلچسپ وہ حالت ہے،
جس کو فنطاسیائی بیانات کہتے ہیں اس حالت میں بالکل
من گھڑت اور خیالی گذشتہ واقعات بیان کئے جاتے ہیں.
اس کا مریض نہایت سنجیدگی اور متانت کے ساتھ، گویا
وہ حقیقی واقعات بیان کر رہا ہے، اپنی پچھلی زندگی کے
واقعات و تجربات بیان کرتا ہے. لیکن بعد میں تحقیق سے
معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب محض افسانے تھے۔ ڈاکٹر سٹاڈرڈ
نے ایک مضمون میں اس کی ایک دلچسپ مثال پر بحث کی
ہے. اس کا خیال ہے کہ یہ جھوٹ بولنے کی جبلت پر
موقوف ہوتی ہے. میرے نزدیک یہ نظریہ کچھ بہت زیادہ
تشفی بخش نہیں. اگر ایسی جبلت موجود ہے، تو پھر
اس کا اثر اس مریض کے تمام بیانات پر ہونا چاہئے. لیکن
واقعہ یہ ہے کہ اس حالت میں اس کے صرف بعض بیانات
جھوٹے ہوتے ہیں، اور یہ فساد ہمیشہ ایک خاص سمت
میں ہوتا ہے. ڈاکٹر سٹاڈرڈ کے مریض سے میں بھی ملا
تھا. یہ مریض اس بارے میں جھوٹ نہ بولتا تھا کہ اس

نے بکری کا گوشت کھایا ھے یا گائے کا. یہ ھمیشہ اپنی گذشتہ تجربات سنانے میں جھوٹ بولتا تھا، اور اپنی آپ کو ایک بہت ممتاز، با اثر، اور بہت زیادہ دلچسپ، آدمی ظاھر کرتا تھا. دوسرے لفظوں میں اس کے من گھڑت افسانے فنطاسیا کی بہت نفیس مثالیں تھی. احتمال اس بات کا ھے کہ اس مرض کی ھر صورت کی تہ میں اثبات ذات کا مولف کام کرتا ھے. جو خیال ھم نے ظاھر کیا ھے، اس سے فنطاسیائی بیانات اور جوانوں کے خوابھائے بیداری کی قریبی مشابہت بھی سمجھہ میں آجاتی ھے. اس مشابہت کی طرف ریش [۱] نے ایک نہایت بیش بہا مضمون میں اشارہ کیا ھے، جس میں اس نے فنطاسیائی بیانات کی پانچ مثالیں بیان کی ھیں. ان تمام مثالوں مین اس نے بعض عناصر کو مشترک پایا ھے. چنانچہ قصے گھڑنے کا نا قابل ضبط میلان، اور اس سے پیدا ھونے والی مسرت. اور مریض کے سلسلۂ خیالات کا خود مریض کی طرف عود کرنا، یعنی خود مریض کا اپنے آپ کو ان تمام

---

[۱] RISCH

قصوں کا هیرو ظاهر کرنا. هر مثال میں پایا جاتا هے.[۱]

فنطاسیائی بیانات کا مریض اپنے من گهڑت تجربات بیان کرنے میں غیر ممکن تجربات اور واقعات سے کنارہ کرتا هے. لهذا هر تجربہ اور واقعہ بذات خود تو سچا معلوم هوتا هے، لیکن جب پورے قصے پر غور کیا جاتا هے، تو قلعی کهل جاتی هے. جهوٹ بولنے والا شخص تو جهوٹ ظاهر هونے سے ڈرتا هے، لیکن یہ مریض اس سے بالکل نہیں ڈرتا، بلکه اگر اس کا جهوٹ ظاهر هو جاتا هے، تو یہ اور قصے گڑهتا هے. اور بعض اوقات مضحکه خیز طریقے سے اپنے آپ کو اس سے بچاتا هے. چنانچہ ایسے هی ایک مریض نے ایک روسی نواب کے

---

[۱] ریش کا خیال هے که ان من گهڑت قصوں کو صرف دن کے خواب دیکهنے والی کے فنطاسیا هی سے نہیں، بلکه ناول نویس اور شاعر کے سلسلۂ خیالات و تمثالات سے بهی تعلق هوتا هے. لیکن اس کے نزدیك مریض ایکٹر بهی هوتا هے اور مصنف بهی، لیکن ناول نویس اور شاعر صرف مصنف هی هوتا هے. میرا عقیده هے که یه خیال ناول نویس کی نفسی کیفیت کی غلط فهمی کا نتیجه هے، کیوں که بهت سی مثالوں میں ناول نویس اپنی پیدا کرده کرداروں کی زندگی مین حصه دار هوتا هے. آرنلڈ بینٹ کے ناول CLAY HANGER اور HILDA LESSWAYS اس کی دلچسپ مثالین هیں. مقدم الذکر میں جن واقعات کو هیرو کے اقطۂ انظر سے بیان کیا گیا هے. وهی موخرالذکر میں هیروئن کے اقطۂ انظر سے بیان هوئے هین. [مصنف]

ساتھ اپنی تجربات بیان کئے ۔ لیکن جب اس پر روشن کیا گیا
کہ اس کے قصے جھوٹے ھیں ، تو اس نے صرف اتنا کہا
کہ " بہر حال روسیوں سے میری اکثر ملاقاتیں ھوئی ھیں " ۔
جہاں تک میں معلوم کرسکا ھوں ریش کا خیال ھے کہ
مریض خود اپنی من گھڑت قصے پر یقین رکھتا ھے ، اگرچہ
وہ اس حالت اور جنوں کی اس حالت میں ، جسے -DE
MENTIA PARANOIDES - کہتے ھیں ، تمیز بھی کرتا
ھے ۔ لیکن مجھے اس یقین کے وجود میں شبہ ھے ۔ جھوٹ
کھل جانے پر اس مریض کی حالت وہ نہیں ھوتی ۔ جو
کسی مغالطے کی غلطی کے افشا ھونے کے وقت ھوتی ھے ۔
واقعہ یہ ھے کہ من گھڑت افسانوں کو جھٹلایا جاسکتا ھے ،
لیکن مغالطوں کو جھٹلایا نہیں جاسکتا ۔ معلوم ایسا ھوتا
ھے کہ یقین کے درجی کے لحاظ سے فنطاسیائی بیانات کے
مریض کی حالت خواب بیداری کے کلی عدم یقین اور
مغالطات کے مکمل اور اطلاقی یقین کے بین بین ھوتی ھے ۔
اس حالت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا ۔ لیکن یہ
غالباً بچوں کے نقلی جھوٹوں کے قریب ھوتی ھے ۔

ہسٹیریا کے مریض کے فنطاسیا بھی مندرجہ بالا واقعات
کے مشابہ ہوتے ہیں۔ ہسٹیریا کا ایک مریض یونیورسٹی
کالج ہاسپٹل میں میرے زیر نگرانی تھا۔ اس نے سٹاف کے
ایک رکن کو تازہ توڑے ہوئے گل داؤدی دیئے۔ جن
کے متعلق اس نے بیان کیا کہ کیلیفورنیا میں اس کے ایک
رشتہ دار نے اس کو بھیجے ہیں۔ جب اس کے اس
قصے پر شبہ کیا گیا، تو اس نے ایک جعلی خط پیش
کیا، جو گویا اس رشتہ دار کی طرف سے آیا تھا، اور جس
میں ان پھولوں کا ذکر تھا۔ زنا بالجبر کے اتہامات بھی اسی
کی مثالیں ہیں۔ جو مولفات اس کی تہ میں کام کرتے ہیں،
وہ بالکل ظاہر ہیں۔

شہادت کی نفسیات پر غور کرنے میں مریضوں کے
حالات کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ ان سے معلوم
ہوتا ہے کہ فنطاسیا کی وجہ سے شہادت کس درجہ بدل
اور بگڑ جاسکتی ہے۔ اب آج کل (سنہ۱۹۱۶) ایسے انتہائی
فسادات کی بہت سی مثالیں پیدا ہو رہی ہیں، اور افواہوں
کے پھیلنے میں کام کر رہی ہیں۔ یہاں سکاٹ لینڈ کی نرس

کا وہ قصہ بیان کرنا کافی ھے، جس کا جنگ کے شروع میں اخباروں میں بہت چرچا ھوا۔ ایک جوان لڑکی نے چند خطوط شائع کئے، جن کے متعلق اس نے بیان کیا کہ فرانس کے شفاخانے سے آئے ھیں. ان خطوط مین اس کی بہن کی موت کا ذکر تھا، جس پر بہت ظلم توڑے گئے تھے. یہ قصہ بہت جلد مشہور ھوگیا، اور لوگوں کو اس پر بہت غصہ آیا. لیکن جلد ھی «مقتول» لڑکی نے اعلان کیا کہ وہ صحیح و سالم زندہ ھے، اور یہ کہ اس نے اپنے وطن سے قدم باھر نہیں نکالا ھے! تحقیق سے معلوم ھوا کہ پہلے لڑکی نے اپنے آپ اپنے نام خط لکھے تھی. یہ سب هسٹیریائی فنطاسیا کا نتیجہ تھے.

لیکن یہاں چند باتوں کا خیال رکھنا چاھئے: (۱) مریضوں کی مندرجہ بالا مثالین اس نفسیاتی عمل کی انتہائی مثالین ھیں. جو انسانی ذھن کی بنیادی ساخت میں پایا جاتا ھے. (۲) مریض اور تندرست کی حالت میں صرف درجی کا فرق ھوتا ھے. اور (۳) جس فنطاسیا سے مذکورہ بالا عجیب و غریب واقعات و مظاھر پیدا ھوے ھیں، وہ بہ لحاظ

ماهیت و ساخت بچے کے معمولی فنطاسیا، اور دن کو
خواب دیکھنے والے کے تقریباً معمولی فنطاسیا، سے مختلف
نہیں. اس سے یہ بہ آسانی سمجھ میں آجاتا ھے کہ یہی
عمل اپنے ابتدائی درجوں پر ایک اوسطی شخص کی شہادت
میں فساد پیدا کر سکتا ھے. لھذا کسی شہادت کا اندازہ
کرتے وقت اس عامل کا احتیاط کے ساتھ خیال رکھنا
ضروری ھے. زمانۂ حال کی تاریخ بتاتی ھے کہ صحیح و
تن درست اشخاص کی شہادت کے یہ فسادات، مناسب
حالات میں، بالکل وھی صورت اختیار کر سکتے ھیں، جو
مریضوں میں ان کی ھوتی ھے. اگر یہ واقعات ھماری
آنکھوں کے سامنے نہ گزرتے، تو ھم بلا شبہ یہی کہتے
کہ معمولی اور تن درست اشخاص مین یہ فسادات پیدا
ھو ھی نہین سکتے، اور اس طرح مریض اور تن درست
کے درمیان ھماری حد فاصل اس سے کہیں زیادہ واضح
ھوتی، جتنی کہ ھمارے تجربے کے مطابق واقعتہً ھے.
یہاں تک ھم نے شہادت کے مسئلے پر بحث کی ھے. یعنی
ھم نے کسی واقعے کی صرف اس اطلاع پر غور کیا ھے

جو ایسا شخص بہم پہنچاتا ھے ۔ جس نے اس واقعے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ھے ، یا اپنی کانوں سے سنا ھے ، یا جس کو خود اس کا تجربہ ہوا ھے ۔ اس کے ساتھہ ھی ہم نے ان فسادات کا بھی ذکر کیا ھے ، جو اس شہادت میں رونما ھو سکتے ھیں ۔ اب افواہ کے وسیع تر اور پیچیدہ تر ، لیکن شہادت سے متعلق ، مسئلے کی طرف توجہ کرنے سے قبل ہم اپنی گذشتہ نتیجوں کو مختصراً بیان کریں گے ۔

اختبار سے ہم کو معلوم ھوا ھے کہ اگر کوئی شخص اپنی تجربے کی ایمانداری اور دیانت داری سے بھی اطلاع دیتا ھے ، تب بھی یہ اطلاع واقعہ کے کلیتہً مطابق نہیں ھوتی ، اور یہ کہ اس تجربے کی تفصیلات کا کچھہ حصہ غلط ھوتا ھے ، خواہ وہ شخص اسکی صحت پر کامل یقین ھی رکھتا ھو ۔ ہم نے یہ بھی دیکھا ھے کہ یہ غلطی ایسے عوامل کا نتیجہ ھوتی ھے ، جن کے عمل سے خود وہ فرد زیادہ تر ، یا بالکل بے خبر رھتا ھے ۔ اور یہ کہ ان عوامل میں مولفات بہت نمایاں اور غالب ھوتے ھیں ۔ لیکن اس کے ساتھہ ھی یہ بھی معلوم ھوا ھے کہ مریضوں مین شہادت کے فسادات کی وجہ

بھی بالکل یہی ہوتی ھے. مریضوں کے فسادات کی شدید تر
اور مکمل تر مثالوں پر غور کرنے سے ہم کو معمولی اور
تن درست افراد کے فسادات کو سمجھنے میں آسانی ہوئی
ھے. یہاں ہم نے شہادت کے دیدہ و دانستہ فساد، یا عمدی اور
ارادی جھوٹ پر غور نہیں کیا، اگرچہ اس موضوع پر
مکمل تصنیف میں ایک باب اس پر اور اس کی نفسیات
پر ہونا چاہئے.

اس مضمون کے شروع میں ہم نے افواہ کی عارضی
تعریف کی تھی کہ یہ ایسی اطلاع ھے، جسی بہت سے
شاھد سلسلہ وار ایک سے دوسرے تک پہنچاتی ھین، اور جس
مین ھر شاھد اس بیان پر گواھی دیتا ھے، جس کو وہ
اپنی سے پہلی شاھد سے وصول کرتا ھے. اگر یہ تعریف
صحیح اور کافی ھوتی، تو شہادت کی نفسیات کی بحث پر
یہ بحث بھی ختم ھو جاتی، اور صرف یہ کہنا باقی رہ جاتا
کہ اس سلسلی کے ھر درجی پر یہ شہادت مذکورہ بالا طریقوں
سے فاسد ھو جاتی ھے، اور آخر میں یہ فساد ان تمام درجوں
کے فسادات کے مجموعی کے برابر ھوتا ھے. اس میں شبہ

نہیں کیا جا سکتا کہ یہ خیال تنگ بھی ہے اور غیر صحیح بھی ، اور یہ کہ اسمیں بہت سی اہم باتین نظر انداز ہو گئی ہیں . ہر شخص جانتا ہے کہ کسی چیز کا سلسلہ اس سلسے کی مختلف کڑیوں کے محض مجموعی سے زیادہ اور مختلف ہوتا ہے . ہم بہت سے افراد پر غور کر رہے ہیں نہ کہ ایک فرد پر ، اور افواہ ایک جماعتی مظہر ہے نہ کہ فردی . اسی سے ہماری بحث میں بعض ایسے نئے عناصر داخل ہو جاتے ہیں ، جنکی پرتال کرنا ، اور جنکی قیمت معلوم کرنا ضروری ہے . اس کے علاوہ بعض واقعات ایسے بھی ہیں ، جو ہماری عارضی تعریف کے مطابق نہیں . چنانچہ یہ ضروری نہیں کہ افواہ فرد واحد سے شروع ہو کر سلسلے وار بہت سے افراد کے ذریعے پھیلے . بعض اوقات یہ بہت سے افراد سے بہ وقت واحد شروع ہوتی ہے . یہ افواہ ظاہر ہے کہ شاہدوں کا سلسلہ نہیں ہوتی . متھیا اور بہادروں کے قصے بھی اسی طرح شروع ہوتے ہیں . ان میں ایک ہی جیسے قصے مختلف قوموں اور ملکوں میں مشہور

ہوتے ہیں [۱]. یہاں پر نئے عناصر ہیں، جو تحقیق و
تحلیل طلب ہیں.
مختصر یہ کہ اگرچہ اطلاع کا ایک شاہد سے دوسرے
کی طرف انتقال افواہ کے لئے ضروری ہے، لیکن یہ افواہ
کے مساوی نہیں. یہی وجہ ہے کہ افواہ کی اختباری تحقیق
کا بڑا حصہ بے ثمر رہا. یہ تمام اختبارات انتقالی افواہ تک محدود
رہے، لهذا جو باتیں کہ شہادت کی تحقیق سے حاصل ہوئیں.
ان کے علاوہ اور کوئی نئی بات دریافت نہ ہوئی. واقعہ یہ
ہے کہ افواہ اسقدر پیچیدہ عمل ہے کہ اس کے لئے
اختبارات وضع کرنا دشوار ہے. لهذا ہم کو صرف ان
اختبارات پر تکیہ کرنا پڑتا ہے، جو فطرت ہمارے لئے مہیا
کرتی ہے. خوش قسمتی سے جنگ کے زمانے میں فطرت
اس لحاظ سے بہت فیاض ثابت ہوئی.
ہم نے کہا ہے کہ افواہ جماعتی مظہر ہے، یعنی یہ کہ

---

[۱] بعض متهیا اور بہادروں کے قصوں کی اصلیت کا یہ خیال فرائڈ کے شاگردوں کا
پیش کردہ ہے. لیکن آجکل کے اکثر ماہرین انسیات اس سے متفق نہیں. ان کا خیال
ہے کہ ان کا بہت بڑا حصہ عام افواہ کی طرح سلسلہ وار بہت سے اشخاص کے ذریعے
سے پھیلتا ہے. [مصنف]

اس کا وجود صرف جماعتوں میں ہو سکتا ھے. لھذا ضروری ھے کہ افواہ پر بحث کرنے سے قبل جماعتوں، اور خصوصاً جماعت کی اس مخصوص شکل، جس کو «بھیڑ [۱]» کہتے ھیں، کے کردار کے نفسیاتی اصول پر غور کیا جائے.

زمانۂ حال میں بھیڑ کی نفسیات کی طرف بہت توجہ ہوئی ھے، اور بہت سے مصنفین نے اس پر تفصیلی بحث کی ھے. ان مین سے سب سے پہلا اور سب سے زیادہ مشہور لَ بون [۲] ھے، اور سب سے آخری سر مارٹن کونوے. موخرالذکر کی کتاب — THE CROWD IN PEACE AND WAR — سنۂ ۱۹۱۵ کے آخر میں شائع ہوئی.

لَ بون نے بتایا ھے کہ بھیڑ کا کردار فرد کے کردار سے مختلف ہوتا ھے، اور بھیڑ ایک ممیز صنف فکر رکھتی ھے. اس کے عقیدوں کو مختصراً اس طرح بیان کیا جا سکتا ھے:— بھیڑ کسی قسم کے افراد پر بھی مشتمل ہو، اس کے بھیڑ ہونے سے ھی اس مین ایک طرح کا اجتماعی ذہن پیدا ہو جاتا ھے، جس کی وجہ سے اس کی حسیات

---

[۱] CROWD [۲] LE BON

اس کا فکر اور کردار ایک اکیلے شخص کی حسیت اور
اس کے فکر و کردار سے مختلف ہو جاتا ھے. بھیڑ ایک
اکیلے شخص کی بہ نسبت عقلاً لازماً فرو تر ہوتی ھے.
اس کا غور و فکر کبھی بھی معقول نہیں ہوتا. اس کا کردار
وقتی جذبات کے مطابق ہوتا ھے. جس صنف فکر کا اس
میں اظہار ہوتا ھے، وہ ایک فرد کے معقول فکر سے
اساساً مختلف ہوتا ھے. بھیڑ تمثالات کے ذریعے سے فکر
کرتی ھے. اس فکر میں ایک تمثال سے مختلف تمثالات کا سلسلہ
قائم ہو جاتا ھے، اور پہلی تمثال اور تمثالات کے اس
سلسلے میں کوئی منطقی ربط کی بجائے صرف مشابہت،
یا اسی قسم کا کوئی اور سطحی تعلق ہوتا ھے. اس میں
موضوعی اور معروضی کی تمیز نہیں ہوتی؛ اور نہ فکر کی
کوئی منطقی رہ نمائی ہوتی ھے. اسی وجہ سے متضاد خیالات
ایک ھی وقت میں موجود ہو سکتے ہیں. بھیڑ غیر ممکن سے
غیر ممکن بات کو بھی تسلیم کر لیتی ھے، اور شبہ بہت آسانی
کے ساتھ نا قابل انکار یقین کی صورت اختیار کر لیتا ھے.
بھیڑ کے عقیدے ہمیشہ «مذھبی» شکل کے ہوتے ہیں. اس

سے لَ بون کی مراد یہ ھے کہ یہ ایک مفروضہ برتر ھستی کی اندھا دھند پیروی کرتی ھے. اس میں ان عقیدوں پر غور کرنے کی قابلیت نہیں ھوتی. یہ ان عقیدوں کو پھیلانا چاھتی ھے، یہ ان تمام اشخاص کو اپنا دشمن سمجھتی ھے، جو ان عقیدوں کو تسلیم نہیں کرتے. جس غالب قوت سے یہ تمام مظاھر پیدا ھوتے ھیں اس کو ایعار [۱] کہتے ھین. بھیڑ کی ایک خصوصیت یہ ھے کہ ایعاز کو بہت جلد قبول کر لیتی ھے.

کونوے بھی یہی راستہ اختیار کرتا ھے. لیکن بھیڑ کا تخیل اس کے ھاں لَ بون کے تخیل سے وسیع تر ھے. اس کے نزدیک ھر پیشہ، جماعت، یا افراد کا امکانی مجمع، بھیڑ میں شامل ھے. ان معنوں میں یہ جیمس کی «عمرانی ذاتوں» (۲) کے مقابل ھے. کونوے کا خیال ھے کہ بھیڑ جذبات کے زیر اثر عمل کرتی ھے. جذبات کے مقابلے مین «عقل» ھے، جو صرف فرد کے فکر و عمل میں پائی جاتی ھے.

SOCIAL SELVES [۲] SUGGESTION [۱]

یہ تمام خیالات بہ ذات خود ، اور ہمارے موضوع بحث
کے تعلق سے ، بہت دل چسپ ہین ، اس لئی کہ افواہ بھیڑ ھی
میں پھولتی پھلتی ھے. لھذا بھیڑ کی نفسیات کو سمجھنے
سے افواہ کی بنیادی خصوصیات میں سے کم از کم بعض
کی توضیح ھوگی.
لیکن بھیڑ کی جو نفسیات ھم نے اوپر بیان کی ھے، اس کا
بڑا حصہ صحیح نہیں. چناں چہ بھیڑ اور فرد میں جو فرق
بیان کیا گیا ھے، وہ بہت زیادہ اطلاقی اور مصنوعی ھے.
یہ عقیدہ کہ بھیڑ میں شامل ہو جانے کے بعد ایک فرد ایسے
نفسیاتی عوامل کا اظہار کرتا ھے، جو ان عوامل سے
بہ ذات خود مختلف ہوتے ھیں، جن کا اظہار وہ بھیڑ سے
الگ ہوکر کرتا ھے، یعنی یہ کہ بھیڑ مین شامل ھو جانے
کے بعد وہ حیوان کی ایک مختلف نوع بن جاتا ھے، بہت خام
اور غیر صحیح ھے. واقعہ یہ ھے کہ بھیڑ کی نفسیات ایک
فرد کی نفسیات سے مختلف نہیں. بھیڑ کی نفسیات ایک خاص
ماحول، یعنی اس ھی نوع کے دیگر افراد کی موجودگی،
میں ایک فرد کی نفسیات ھے. لھذا بھیڑ کی علیحدہ نفسیات

کو پیدا کرنا اتنا ھی بے معنی ھے، جتنا کہ « گندم کے کھیت میں فرد کی نفسیات » یا « شکر کے کارخانے میں فرد کی نفسیات » . ان دونوں مین فرق صرف ماحول کا ھے اور سب جانتے ھیں کہ ماحول کے اختلاف سے رد اعمال میں اختلاف پیدا ھوتا ھے، ماحول کے اس اختلاف کا تعلق اشخاص سے ھو، یا اشیا سے. دونوں صورتوں میں بنیادی نفسیاتی عوامل ایک ھی رھتے ھیں، اگرچہ ھو سکتا ھے کہ دیگر افراد کی موجودگی سے ان میں سے بعض زیادہ روشن ھو جائین، اور بعض مدھم پڑ جائیں، یا بالکل رک جائیں.
بھیڑ کی نفسیات کی تحقیق کرنے والوں کا بڑا قصور یہ نہیں کہ انھوں نے اس نفسیات کو غلط سمجھا، بلکہ یہ ھے کہ انھوں نے فرد کی نفسیات کو غلط سمجھا. ان کو یہ اندازہ نہیں ھوا کہ دونوں فکر کی ایک ھی صورت کا اظہار کرتے ھیں، اگرچہ بھیڑ میں یہ اظہار اتنا صریحی نہیں ھوتا. ل بون کا یہ خیال کہ ذاتی اغراض فرد کے عمل کا محرک ھوتی ھیں، در اصل بنتھم کے عقیدے کی خام صورت ھے، جس کو ھم تسلیم نہیں کر سکتے. پھر یہ بیان

بھی زمانۂ حال کی نفسیات کے اصول کے خلاف ھے کہ
فرد کا فکر و عمل عقل کے مطابق ھوتا ھے۔ فکر کی جذباتی
صورت، جس کو ھم نے مولف کہا ھے، کا اظہار بھیڑ
اور فرد میں برابر شدت کے ساتھ ھوتا ھے۔ حقیقی
معقول فکر النادر کالمعدوم کا مصداق ھے۔ بہ ظاھر معقول
فکر کا بڑا حصہ غیر شعوری مولفات کا نتیجہ ھوتا ھے۔ ان
مولفات کے عمل کو ھم اپنے آپ سے «تصویب» کے
ذریعے سے چھپاتے ھیں۔ فرد اور بھیڑ کے فکر میں صرف
درجے کا فرق ھوتا ھے، اور یہ فرق اس بات کا نتیجہ
ھوتا ھے کہ موخر الذکر بعض جذباتی عناصر کے لئے موزوں
ھوتا ھے۔ ان جذباتی عناصر کو ھم بعد میں بیان کریں گے۔
معقول فکر اور مولفی فکر کا فرق یقیناً حقیقی ھے۔ لیکن ان
کے درمیان حد فاصل وہ نہیں، جو فرد کے اور بھیڑ کے
فکر میں ھوتی ھے۔

جو قوتیں مولفی فکر کی ذمہ دار ھیں، ان میں سے
نمایاں ترین «غولی جبلت» ھے۔ مہذب شخص کی نفسیات
میں اس کے عمل کو ٹراٹر نے اپنی ایک کتاب

INSTINCTS OF THE HERD IN PEACE AND - WAR - میں واضح کیا ھے. غولی جبلت کا تقاضا یہ ھے کہ فرد کا فکر و عمل غول کے فکر و عمل کے مطابق ھے. اسی جبلت کے زیر اثر فرد ان آئین عمل کی پابندی کرتا ھے، جس کو غول نے منظور کیا ھے، اور ان عقیدوں کو بلا چون و چرا تسلیم کر لیتا ھے. جو اس کی جماعت میں رائج ھیں. اوسطی شخص کے اخلاقی ضابطے اور اس کے ان عقیدوں کو جو کسی مخصوص علم کا نتیجہ نہیں ہوتے اس کی جماعت ھی معین کرتی ھے. یہ خوب سمجھ لینا چاھئے کہ فرد کے فکر کا بہت بڑا حصہ غولی جبلت ھی سے معین ھوتا ھے، اور یہ کہ یہ نام نہاد بھیڑ کے فکر کے لئے مخصوص نہیں یہ ھر فرد انسان کی نفسیات کا بنیادی حصہ ھے. کیوں کہ ھر انسان لازماً غول بنا کر رھنے والا حیوان ھے. معقول فکر وہ واحد میدان ھے، جس میں اس کا اثر قلیل ترین ھو جاتا ھے، اور حقیقی معقول فکر ھماری ذھنی فعلیتوں کا بہت چھوٹا سا حصہ ھے. لیکن یہ سمجھہ لینا مشکل نہیں کہ بھیڑ غولی جبلت کی کار فرمائی کے لئے

خاص طور پر موزوں ہوتی ہے، اور ان حالات

میں اس کا اثر کثیر ترین ہو جا سکتا ہے

ان حالات میں آرا و عقائد زیادہ آسانی، اور کم تر منطقی

شہادت، کے ساتھ تسلیم کرائے جاتے ہیں۔ اکیلے شخص

میں ایسا نہیں ہوتا۔ لی بون وغیرہ کے ساتھ متفق ہو کر

کہا جا سکتا ہے کہ بھیڑ میں معقولیت قریب قریب غائب

ہوتی ہے۔ لہذا ہمارا نتیجہ یہ ہو گا کہ فرد کے فکر اور

بھیڑ کے فکر کا اساسی فرق نوعیت کا نہیں۔ بلکہ محض

درجے کا ہے۔ غیر معقول فکر دونوں میں اکثر پایا جاتا

ہے، لیکن بھیڑ میں یہ زیادہ نمایاں اور غیر محدود ہوتا ہے،

کیوں کہ اس میں ایسے حالات پائے جاتے ہیں، جو غولی

جبلت کے عمل کے لئے بہت موزوں ہیں، اور غولی جبلت

ان عوامل میں سے اہم ترین ہے، جو فکر کی غیر معقول

صورت کے ذمہ دار ہیں۔

ان خیالات کو اپنے ساتھ لیکر اب ہم پھر افواہ کی

مسئلے کی طرف رجوع کرسکتے ہیں۔ ہم دریافت کرنے کی

کوشش کر سکتے ہیں کہ اس کو ان نفسیاتی قوتوں سے کیا

تعلق ہوتا ھے، جو بھیڑ میں کام کرتی ھیں. اس تعلق کی ٹراٹر نے اپنی محولہ بالا کتاب میں قابل قدر تحلیل کی ھے. اس کے نتیجوں کو مختصراً اس طرح بیان کیا جاسکتا ھے: جو حالات غولی جبلت کی تحریک کرتے ھیں، وہ غول کے ہر فرد میں مخصوص غولی رد اعمال پیدا کرتے ھیں. جماعت کا ہر فرد اپنی ہم جماعت کا ہم درد بن جاتا ھے. اس میں ان کے خطروں، ان کی امیدوں، راؤں، اور ان کے عقیدوں سے متاثر ہونے اور ان کو اپنانے کا میلان پیدا ہو جاتا ھے. اس کا محرک غیر معقول راؤں اور فیصلوں کی بہ سرعت اشاعت میں مدد دیتا ھے. یہاں اتنا اور بتا دینا چاھئے کہ اس طرح سے جو غولی رد اعمال پیدا ہوتے ھیں، ان کی شدت غولی جبلت کے محرک کی شدت کے تناسب سے ہوتی ھے. لھذا اگر محرک کی شدت کثیر ترین ہوتی ھے. تو رد عمل کی شدت بھی کثیر ترین ھوجاتی ھے، جنگ، اور بالخصوص وہ جنگ، جس میں غول کی ہستی ھی خطرے میں ہو، غولی جبلت کے محرکات میں سے غالباً شدید ترین ھے. لھذا جنگ کے زمانے میں تمام مخصوص

غولی مظاہر ، مثلاً ہم جماعت افراد کے آراء و عقائد سے
متاثر ہونے کے میلان ، اور اس لئے افواہ کی پیدائش و
اشاعت ، مین زیادتی کی توقع بے جا نہ ہوگی. ٹراٹر نے
واضح کیا ھے کہ کثیر ترین غولی رد عمل کو پیدا کرنے کے
لئے جنگ غول کے لئے بہت خطرناک ہونی چاهئے. جنوبی
افریقہ کی لڑائی اس لحاظ سے خطرناک نہ تھی، لهذا
اس زمانے میں افواہ کی پیدائش ، قوت ، اور اشاعت بھی
بہت زیادہ نہ تھی. اس کے بر خلاف سنۂ ۱۹۱۴ کی جنگ
کے وقت غولی جبلت کا محرک شدید ترین تھا. اس زمانے
میں ہم جماعت افراد کی ہم دردی اور ریل اور بس کی فضا
کی تبدیلی ہر شخص کو یاد ہوگی. اسی کے مطابق اس
زمانے میں جتنی افواهیں پھیلیں اتنی بعد میں نہ پھیلیں.

جب غولی جبلت کی تحریک شدید ترین ہوتی ھے ، تو
ذہن پر اس کا عمل پوری طرح متسلط ہو جاتا ھے. غیر
معقول خیالات زیادہ آسانی کے ساتھ پھیل جاتے ھیں.
اور معقول فعلیتیں ، اور ٹھنڈے دل سے سوچنے کی
قابلیت ، مفقود ہو جاتی ھے. لهذا ایسے ایسے لوگ ان

ان قصوں پر یقین کر لیتی ھیں، جو معمولی حالات میں، ان
کے عدم امکان کو آسانی کے ساتھ دریافت کرسکتے ھیں. یہ
عمل کس حد تک جا سکتا ھے، اس کی ایک مثال
میری ایک نوکرانی نے مہیا کی، جو بے وقوف یا بے عقل
نہ تھی. ایک دن یہ ھانپتی کانپتی میرے پاس آئی اور
پوچھا کہ کیا میں نے سنا ھے کہ «ھمارے ایک ھوائی
جہاز نے رات کو آکسفورڈ پر بمب پھینکا!»

اس طرح ھم ایسے مقام پر پہنچ گئے ھیں، جہاں ھم
سمجھ سکتے ھیں کہ افواہ کس قسم کی زمین میں سرسبز
ھوتی ھے، اور وہ کون سی قوتیں ھیں، جو اس زمین
کو جنگ کے زمانے میں زرخیز بناتی ھیں. اب دوسرا حل
طلب مسئلہ ان علتوں کی جانچ ھے. جو افواھوں
کی پیدائش اور اشاعت کی بہ راہ راست ذمہ دار ھیں، اور
ان افواھوں کی جماعت بندی ھے، جو موجود و مروج
ھیں. یعنی اب ھم کو اس بیج پر غور کرنا ھے، جو اس
زمین میں ڈالا جاتا ھے، اور ان پودوں کو دیکھنا ھے
جو اس بیج سے پیدا ھوئے ھیں.

ان میں سے پہلے سوال کا جواب تو بداہتہً یہ ھے
کہ افواھوں کو پیدا کرنے ، اور ان کو پھیلانے والے
اسباب وہ تمام عوامل ھیں ، جو شہادت کو فاسد بناتے
ھیں ، اور جن پر اسی مضمون کے ابتدائی حصے میں بحث
ھو چکی ھے . ھم نے دیکھا تھا کہ مولفات کا عمل ان
عوامل میں سے سب سے بڑا تھا . مولفات کا یہ عمل نہ
صرف ایک حقیقی واقعے کی اطلاع کو مسخ کر دیتا ھے ،
بلکہ فنطاسیا کی صورت میں نئی خیالی شہادت کو پیدا بھی
کرتا ھے . یہ بھی ظاھر ھے کہ افواھوں کی قسموں کا
انحصار ان مولفات کی نوعیت پر ھوگا ، جو کار فرما ھیں .
یہاں افواھوں کی جامع و مانع جماعت بندی ممکن نہ ھوگی ،
تاھم مندرجہ ذیل قسموں کو آسانی کے ساتھ معلوم کیا
جا سکتا ھے :—

(۱) افواھیں ، جو غول کی ھستی سے بہ راہ راست
تعلق رکھتی ھیں :— یہ افواھیں اس بات کا نتیجہ ھوتی ھین کہ
غول کی ھستی خطرے میں پڑ جانے کی وجہ سے اس
میں اندیشناک توقعات پیدا ھوتی ھین ، اور اس سے

اطلاعوں کے فسادات اور فنطاسیا رونما ہوتے ہیں، چناں چہ حملوں، جرمن جاسوسوں، جرمنوں کی بڑی بڑی توپوں، پانی کے نیچے چلنے والی بڑی بڑی کشتیوں، وغیرہ، کی افواہیں اسی قسم کی تھیں۔ ان میں سے بعض میں بعض اور تحتانی عناصر، خصوصاً سیاسی تعصبات، بھی شامل تھے، جو جنگ کی وجہ سے اتنے گہرے دفن نہ ہوئے تھے جتنے کہ ہم سمجھتے ہیں۔ اس کا ثبوت اس روئیے سے ملتا ہے، جو مختلف اخباروں نے ان افواہوں کی طرف اختیار کیا۔ انہوں نے پرانی پارٹیوں کے نام تو مٹا دئیے، لیکن دوسرے ناموں سے ان ہی پارٹیوں کو پھر زندہ بھی کر دیا۔ یہی تحتانی مولفات، جو اس قسم کی افواہوں میں پلتے ہیں، ہم کو افواہوں کی دوسری قسم تک لے جاتے ہیں۔

(۲) خواہشات کو پورا کرنے والی افواہیں:— یہ ان عوامل کا نتیجہ ہوتی ہیں، جن سے ہم معمولی اور غیر معمولی، دونوں قسموں کے، افراد کی نفسیات میں مانوس ہیں۔ یعنی ہم اپنے ایسی خیالی دنیا پیدا کر لیتے

هین، جس میں هماری تمام خواهشات اور آرزوئیں به آسانی
پوری هو سکتی هیں. یه افواهیں که فلاں شہر میں جرمنوں
کا ایک هوائی جهاز گرا دیا گیا، فلاں سمندر میں پانی
کے نیچے چلنے والی کشتی ڈبو دی گئی، وغیره، اسی
قسم کی هیں. یہاں پر پھر اور عوامل بھی کام کرتے هیں.
ان میں سے بعض پر هم بعد میں بحث کریں گے.

(۳) افواهیں، جو عام اور اساسی مولفات کا نتیجه هوتی
هیں :- بعض مولفات انسانی فرد کی نفسیاتی ساخت کے
به منزله بنیاد کے هوتے هیں، اور اس لئے اکثر اشخاص
میں ان کی تحریک به آسانی هو سکتی هے. موزوں محرک
هونے کی صورت میں یہی مولفات افواهوں کی پیدائش
اور اشاعت کا باعث بنتے هیں. یه مولفات کسی چیز کو
پکڑ کر اس پر فنطاسیا مبنی کرتے هیں، اور اس طرح
ایک حد تک اپنی تشفی کرلیتے هیں. جنگ کے زمانے
کے حرامی بچوں کی افواه اس کی مثال هے. اس
افواه کی پیدائش اور اشاعت بداهتہً جنسی الاصل فنطاسیا
کا نتیجه هے. عجیب بات یه هے که اس افواه کو ایسے

لوگوں نے نہایت جاں فشانی سے پھیلایا ، جن کا کیرکٹر
بہ ظاہر نہایت عمدہ تھا . بہ ہر حال اس سے اتنا تو معلوم
ہو جاتا ہے کہ جن مولفات کو کام یابی کے ساتھ دبایا
جاتا ہے ، وہ بالواسطہ طریقوں سے اپنی تشفی کر لیتی ہیں .
اسی طرح مظالم کی افواہوں کی کم از کم ایک جز سادیتی [۱]
اور مساکیتی [۱] مولفات مین پائی جاتی ہے ، جو کم از کم
غیر ترقی یافتہ اور دبی ہوئی صورت میں بہت عام ہیں .
اگرچہ ان کو ایسا سمجھا نہین جاتا . جس چیز کو
بے رحمی کی جبلت کہا جاسکتا ہے ، وہ ہماری فطرت
کا لازمی جزو ہے ، گو ہماری تعلیم اور روایات اس کو
چھپا اور دبا لیتی ہیں . ولیم جیمس نے اس خیال پر
سیر حاصل بحث کی ہے ، اور بتایا ہے کہ اسی جبلت کی
تحریک کی وجہ سے مظالم کے قصے ہمارے لئے اس قدر
دل چسپ ہوتے ہین . لهذا جو فنطاسیا اس پر مبنی ہوتا

---

[۱] سادیت (SADISM) اور مساکیت (MASOCHISM) دو متضاد حالتیں ہین . پہلی میں ایک شخص دوسرے شخص کو تکلیف پہنچا کر خوش ہوتا ہے ، اور دوسری میں خود تکلیف اٹھا کر . یہ دونوں ذہن کی غیر معمولی حالتیں ہیں ، جو ذہنی امراض کے مریضوں مین پائی جاتی ہیں . [مترجم]

ھے ، وہ اسی قسم کی افواھوں کی پیدائش اور اشاعت کا ذمہ دار ھے .

تحقیق سے معلوم ھوتا ھے کہ جن اساسی اور عام قسم کے مولفات پر ھم یہاں بحث کر رھے ھیں ، وہ متھیا اور بہادروں کے قصوں کی پیدائش کے لئے بہت اھم ھوتے ھیں . یہ ابتدائی مولفات ھوتے ھیں ، جو کم و بیش تمام نوع انسانی میں مشترکاً پائے جاتے ھیں . دل چسپ بات یہ ھے کہ جو نفسیاتی عوامل یہاں پائے جاتے ھیں ، وہ ان عوامل سے حیرت انگیز مشابہت رکھتے ھیں ، جو افواہ کی ترقی کے ضامن ھیں .

افواہ کے بعض مخصوص پہلو ایسے ھیں ، جو خاص توجہ اور تحلیل کے محتاج ھین . ان میں سے ایک یہ ھے کہ کسی افواہ کے سننے کے بعد خواھش پیدا ھوتی ھے کہ اس کو جس قدر ممکن ھو کسی اور شخص کو سنایا جائے . اس کی بہت سی مثالیں ملتی ھیں . قریب قریب یہی حال مذاق کا ھوتا ھے . اچھی اور ستھرے مذاق کو دوسرے شخص تک پہنچانے کا میلان بھی ھم میں بہت عام ھے .

اس کا مقابلہ بھیڑ کے اس میلان سے بھی کیا جاسکتا ھے
کہ یہ اپنی آراء اور اپنے عقائد کو پھیلانا چاھتی ھے
ممکن ھے کہ اس میلان کے پس پردہ عوامل کے مندرجہ
ذیل دو مجموعات کام کرتے ھوں ۔ بہ ھر حال یہ نہیں کہا
جاسکتا کہ ھماری یہ تحلیل جامع ھے ۔

ان میں سے پہلا مجموعہ اثبات ذات کے مولفات ھیں ۔
اس کے عمل پر ھم شہادت کے فساد کے ضمن میں بحث
کر چکے ھیں ۔ ھم نے وھاں دیکھا تھا کہ ھم اپنے آپ کو
ایک ممتاز شخص ثابت کرنا چاھتے ھین ۔ ھم ھر موقع پر
مرکزی مقام حاصل کرنے کی کوشش کرتے ھین ۔ ھماری
خواھش یہ ھوتی ھے کہ ھر شخص ھماری تعریف کرنے کے
لئے اپنی آنکھیں اور اپنے کان ھمارے لئے وقف کردے ۔
ظاھر ھے کہ جو شخص تازہ ترین افواہ سناتا ھے ، وہ یہ
تمام تشفی حاصل کرلیتا ھے ۔ عجیب بات یہ ھے کہ دوسرے
شخص کے ذھن میں اھم مقام حاصل کرنے کی خواھش
فنطاسیائی بیانات کے مریضوں میں بھی بلاشبہ پائی جاتی
ھے ، اور ریش کا بیان ھے کہ اس کے مریض صرف اس

اس وقت قصے گھڑتے تھے، جب ان کو یقین ھوتا تھا کہ
سننے والا ان قصوں کو دل چسپی کے ساتھ سنے گا.
اثبات ِ ذات کے ان مولفات کا ایک ذیلی اثر اور ھوتا ھے.
یعنی افواہ پھیلانے والے کا میلان ھوتا ھے کہ وہ افواہ
کے واقعات کو اپنی ذات سے متعلق کر لے. چناں چہ
جب جرمن جاسوسوں کی افواہ پھیلی ھوئی تھی، تو اس
افواہ کے پھیلانے والے ھم کو یقین دلاتے تھے کہ قریب
کے قصبے، یا پاس کے بازار، یا خود ان کے بھائی کے
مکان، مین ایک نرس پکڑی گئی ھے، جو بمب سے بھرا
ھوا ایک بکس لئے جا رھی تھی. فنطاسیائی بیانات کا مریض
کہتا ھے کہ اس نے خود اپنے گھر مین ایسی نرس
پکڑی ھے. لیکن صحیح و تن درست شخص میں خود
اپنی تنقید کرنے کی اتنی قابلیت ھوتی ھے کہ وہ اس
درجے کے فنطاسیا کو روک دے. اتنی قابلیت
اس میں نہیں ھوتی کہ مذکورہ بالا چھوٹے چھوٹے
فسادات کی روک تھام کرے. روسیوں کے متعلق
افواھوں مین اس کی بہت سی مثالین نظر آئیں.

چناں چہ ان دنوں مین ہم میں سے بہت کم ایسے تھے،
کی خالہ یا جن کے « ممتاز عہدے دار دوست » نے رو
فوج کو نقل و حرکت کرتے نہیں دیکھا.

دوسرا اور غالباً سب سے اہم. مجموعہ ان عناصر
مشتمل ھے، جن کو غولی جبلت سے بہ راہ راست تعلق ھے
ہم دیکھ چکے ھیں کہ جب اس جبلت میں مناسب تحری
پیدا ہوتی ھے، تو ھر فرد اپنے آپ کو اپنی جماعت م
مدغم کرنے، اور اپنی جماعت کی فلاح و بہبودی میں زیاد
کرنے، کی خواھش کرتا ھے. اگر یہ خواھش مناس
تشفی حاصل کرسکتی ھے. تب تو اس کی وجہ سے پی
ھونے والی بے چینی فوراً ختم ھو جاتی ھے. اس اثر
مثال اس شخص کے اطمینانِ قلب میں ملتی ھے جو قو
خطرے کی حالت مین فوج میں بھرتی ھوجانے کا فیصلہ کر
ھے. غول میں اپنے آپ کو مدغم کرنے، اور اس
تمام کاموں میں شریک ھونے، کی خواھش افواہ کے پھیلا
والے میں بھی نظر آتی ھے، اور ظاھر ھے کہ یہ من جمل
ان عوامل کے ھے، جن سے افواہ کو دوسرے شخص تک

پہنچانے کا میلان پیدا ہوتا ہے.

افواہ کا دوسرا مخصوص پہلو، جس کی طرف ہم یہاں توجہ دلانے کی کوشش کر رہے ہیں؛ یہ ہے کہ یہ جنسی شکل کی ہوتی ہے. یعنی یہ کہ افواہ ایک ایسی عام صورت اختیار کرتی ہے، جو مناسب حالات کے پیدا ہوتے ہی دوبارہ رونما ہوجاتی ہے. جب جرمنوں نے فرانس پر حملہ کیا ہے، تو تمام جرمنی میں افواہ پھیلی کہ فرانسیسیوں نے کنوؤں میں زہر ڈال دیا ہے. جنگ کے دوران میں مختلف موقعوں پر ایسی ہی افواہیں پھیلیں. پچھلے زمانے کی جنگوں میں بھی حملے کے وقت ایسی افواہیں پھیلتی رہی ہیں. ظاہر ہے کہ ہم نہیں بتا سکتے کہ یہ افواہیں کس حد تک سچی تھیں. لیکن ان کے بار بار پھیلنے سے ان کی صحت ذرا مشتبہ ہو جاتی ہے. اسی طرح ظلموں کی افواہوں نے بھی ہمیشہ مخصوص صورتیں اختیار کی ہیں. اس کی مثال یہ افواہ ہے کہ اس ملک میں بلجیئم کے بہت سے بچے ایسے ہیں، جن کے ہاتھ کاٹ دئے گئے ہیں. افواہ کی جنسی نوعیت کی بہترین مثال یہ ہے کہ جنگ کے زمانے میں تمام افواہوں

کا تعلق جنگ سے ہوتا ھے۔ یہ مثال اتنی صریحی اور صاف ھے کہ ہم اس صراحت ھی کی وجہ سے اس کی اھمیت کا اندازہ کرنے سے قاصر رہ جاتے ھیں۔

افواہ کی جنسی نوعیت کے متعلق ھم اس وقت کوئی پوری طرح تشفی بخش نظریہ پیش نہیں کرسکتے۔ لیکن بعض باتیں ایسی ھیں، جن سے اس سوال پر روشنی پڑے گی۔ یہ بات کہ جنگ کے زمانے میں تمام افواھوں کا تعلق جنگ سے ھوتا ھے، اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ھے کہ افواہ صرف اس موضوع کے تعلق سے پیدا ھوتی ھے، جس کی وجہ سے غول متحد ھے، اور جو غولی جبلت کی تمام قوتوں کی شدید ترین درجے میں تحریک کرتی ھے۔ لھذا جنگ کے زمانے میں یہ قوتیں دو صورتیں اختیار کرین گی، یعنی وہ جو اس جبلت کی مدافعتی اور اقدامی فعلیتوں میں مدد دین گی، اور ظاھر ھے کہ یہ صورتیں بہ لحاظ تعداد بہت محدود ھوں گی۔

افواھوں کی جنسی نوعیت کو پیدا کرنے کی لئے دوسرا اھم عنصر اس سے قبل بیان کیا جاچکا ھے۔ ھم دیکھ چکی ھیں کہ افواھوں کی علتیں بعض مجموعات کی شکل

اختیار کرتی ھیں. لھذا ان افواھوں کی صورت ان مجموعات
کے مطابق ھوگی. ان مجموعات میں سے آخری، یعنی اساسی
قسم کے عام مولفات کا عمل، اس سلسلے میں خاص طور پر
اھم ھے. مختلف اور دور دراز کے ملکوں کے متھیا اور بہادروں
کے قصوں کی صوری مشابہت اس بات کی طرف منسوب
کی گئی ھے کہ یہ ان موافقات سے پیدا ھوتے ھیں، جن
کی اھمیت اولی ھے، اور جو تمام نوع انسانی میں مشترک
ھیں. ظاھر ھے کہ متھیا اور بہادروں کے قصوں کی یہ جنسی
نوعیت اس جنسی نوعیت سے تعلق رکھتی ھے. جس پر ھم افواہ
کے ضمن میں غور کر رھے ھیں. لھذا ھم یہ فرض کرنے کے
مجاز ھیں کہ دونوں مین ایک ھی عوامل کام کرتے ھیں.

اس لحاظ سے افواھوں کا ایک مجموعہ، یعنی وہ جس
کو ظلموں سے تعلق ھے، خاص مطالعے کا محتاج ھے. ان
میں سے بعض میں نہایت آسانی کے ساتھ سادیتی فنطاسیا
دریافت کئے جا سکتے ھیں. زنا بالجبر اور عورتوں کی شکل و
صورت بگاڑنے کے قصے تو بداھتہً اسی علت کا نتیجہ ھوتے
ھیں. جن حالات میں یہ قصے پیدا ھوتے ھیں، ان ھی سے

ان کی نوعیت کی توجیہ ہوجاتی ہے۔ اس کے برخلا
یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ سادیتی مولفات نہ صر
ظلموں کی افواہوں کو پیدا کرتے ہیں، بلکہ یہ افعال، یع
ظالمانہ فعلیتوں، کی صورت میں بھی اپنا اظہار کر
ہیں۔ بھیڑوں، اور خصوصاً حملہ کرنے والی فوجوں، م
سے ہر قسم کے رکاؤ رفع ہوجاتے ہیں، لھذا یہ مولفا
آسانی کے ساتھ افعال کی صورت میں اپنا اظہار کرتے ہیں
اب یہاں ہم اپنی موجودہ تحقیق کی غایات و حدود
متعلق بعض باتیں بیان کرین گے۔ ہم نے اس دل چسپ او
اہم مسئلے کی طرف توجہ نہین کی ہے کہ ہم شہادت
فاسد اور صحیح حصوں میں کن طریقوں سے تمیز کرسک
ہین۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہماری اطلاعات ہمیشہ غلط نہیں
ہوتیں، اور یہ کہ بعض اوقات افواہیں بھی واقعات کی
ٹھوس بنا پر قائم ہوتی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آگے
چل کر ایسے معیار وضع کئے جاسکیں گے، جن کے مطابق
صدف کو خزف سے، اور فنطاسیا کی پیداوار کو صحیح
مشاہدوں کی پیداوار، سے یقین کے ساتھ علیحدہ کیا

جا سکے گا، قانون عرصے سے ایسا معیار قائم کرنے کی کوشش کر رہا ھے. چناں چہ اس نے ایسا طریق کار وضع کیا ھے، جو موجودہ حالات میں سب سے زیادہ تشفی بخش ھے. تاھم اس میں بھی کلام نہیں کہ یہ طریق کار ابھی مکمل نہیں. اور یہ کہ اس مین ان عوامل کو اھمیت نہیں دی گئی، جو نفسیات کے ماھر کے لئے بدیہی ھیں. ھمیں واثق امید ھے کہ نفسیات اس کام میں شریک ھو کر قانون کو ان اصول سے آگاہ کرے گی، جن کی مدد سے ان طریقوں کی اصلاح ھو سکے گی.

اس مضمون مین اس کام کی کوشش نہیں کی گئی، اور جھوٹی شہادت کی تعیین کے سوال کو چھوڑ دیا گیا ھے. جہاں تک کہ افواہ کو تعلق ھے ھم نے صرف وہ خبریں منتخب کی ھیں، جو بعد میں غلط ثابت ھوئیں. اس کی وجہ یہ ھے کہ ھمارا مقصد یہ تھا کہ ان نفسیاتی عوامل کو دریافت کیا جائے، جن کی وجہ سے یہ غلط خبریں پیدا ھوئیں. اور خبریں، مثلا ظلموں کی مصدقہ خبریں، کہاں تک صحیح تھیں، یہ ایک الگ سوال ھے. اس کا حل آرام کرسی

پر لیٹ کر نہیں ہوسکتا. یہ ایک باقاعدہ تحقیق کا محتاج ہے.
ان تحدیدات کے ہوتے ہوئے بھی، جن نتائج پر ہم
پہنچے ہیں. ان کو محض امتحانی سمجھنا چاہئے، کیوں کہ
زیر بحث موضوع اور اس کی شاخیں بے حد پیچیدہ اور
ژولیدہ ہیں. میرا دعوی صرف یہ ہے کہ میں نے ایک بہت
وسیع میدان کی صرف حدود کی تحقیق کی ہے. اور
ان راستوں کی نشان دہی کی ہے، جن پر چل کر
آئندہ محقق مکمل تر نتائج تک پہنچ سکتا ہے.